An International Journal of ISLAMIC AND SOCIAL SCIENCES
ISLAMICUS

PAKISTAN ISLAMICUS

(An International Journal of Islamic and Social Sciences)

April-June, 2025, Volume:05, Issue:02 Pages:77-83

Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home
Publisher Website: https://www.mircpk.net

MUSLIM INTELLECTUALS Research Center Multan-Pakistan

HEC "Y" Category HJRS HEC Journal Recognition System

تمثیلِ نور در مثنوی و قرآنِ مجید: تاویلِ اشراق و تحلیلِ بلاغت

THE ALLEGORY OF LIGHT IN THE MASNAVI AND THE QUR'AN: ILLUMINATIVE HERMENEUTICS AND RHETORICAL ANALYSIS

***Dr Hafiz Mansoor Ahmad[1], Dr Muhammad Asim Shahbaz[2], **Dr Muhammad Javed Iqbal[3]**

[1] *Assistant Professor (Persian), University of Sargodha (UOS), Sargodha, Punjab, Pakistan.*
[2] *Department of Related Sciences, University of Rasul, Mandi Bahauddin, Punjab, Pakistan.*
[3] *Lecturer, Centre for Languages and Translation Studies, University of Gujrat, Gujrat, Punjab, Pakistan.*

ARTICLE INFO

Article History:

Received:	May 26, 2025
Revised:	June 21, 2025
Accepted:	June 26, 2025
Available Online:	June 30, 2025

Keywords:
Light of Mathnawi by Romi & Qur'an
Allegory
Mystical Interpretation
Symbolism
Illuminative Hermeneutics & Rhetorical

Funding:
This research journal (PIIJISS) doesn't receive any specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

This study examines the allegory of light as presented in Rumi's Mathnawi and the Qur'an, exploring how both texts employ luminous symbolism to articulate metaphysical truths. Drawing upon classical Islamic hermeneutics, particularly the Illuminationist (Ishrāqī) tradition, the research analyzes how the Qur'anic "Verse of Light" (Ayat al-Nūr) establishes a foundational metaphysical framework that later inspires and informs Rumi's poetic interpretations. The Qur'an presents light as a multi-layered symbol of divine guidance, ontological presence, and epistemic clarity, framing it as the central metaphor for the Divine–human relationship. In the Mathnawi, Rumi expands this symbolism by embedding it within narrative structures, parables, and experiential reflections. His poetic reworking of the light metaphor illustrates how spiritual illumination unfolds within the seeker's inner world. Through a close linguistic and rhetorical analysis, this study traces the semantic evolution of key concepts such as nūr (light), sirāj (lamp), mishkāt (niche), and tajallī (divine manifestation). It further explores how Rumi employs imagery, contrast, and rhythmic devices to transform Qur'anic metaphors into mystical insights. By integrating Ishrāqī hermeneutics with literary analysis, the research demonstrates that the interplay between the Mathnawi and the Qur'an generates a dynamic field of meaning in which philosophical illumination and poetic expression converge. This synthesis not only enriches the interpretive tradition of Islamic thought but also highlights the enduring power of light as a universal symbol of truth, transformation, and spiritual ascent.

Corresponding Authors' Email: mansoor.ahmad@uos.edu.pk || dr.javediqbal188@gmail.com

نور کا استعارہ اسلامی تہذیب کی فکری و روحانی روایت میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآنِ مجید نے آیتِ نور کے ذریعے ایک ایسا ہمہ گیر اور کائناتی تصور پیش کیا ہے جس میں نور کو ہدایت، وجود اور معرفت کے اصل ماخذ کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اس قرآنی تصور نے بعد میں صوفی اور حکیمانہ روایات میں بڑی گہری معنوی توسیع پائی۔ مولانا روم کی مثنوی اس اثر کا نمایاں ترین نمونہ ہے، جہاں نور نہ صرف ایک علامت ہے بلکہ باطنی تحوّل، عشقِ الٰہی اور انسانی سلوک کا مرکز بن کر سامنے آتا ہے۔ اس مطالعے کا مقصد یہ جاننا ہے کہ قرآن اور مثنوی میں نور کا استعارہ کس طرح ایک دوسرے سے مکالمہ کرتا ہے، اور اشراقی تاویل کے پس منظر میں ان کی بلاغت کس طرح معنی کے نئے ابواب کھولتی ہے۔

مبحث اول: تمثیلِ نور: قرآنی بنیاد اور مثنوی میں اس کی فکری بازتاب

قرآن مجید میں "نور" محض ایک کائناتی عنصر یا اخلاقی علامت نہیں بلکہ ایک ایسی حقیقتِ مطلق ہے جس میں ہستی، ہدایت، علم اور تجلی ایک ہی وجودی محور میں مندرج ہو جاتے ہیں۔ اسلامی حکمت اور عرفان دونوں نے اس نورانی تصور کو اپنی فکری اور جمالیاتی تشکیل کا بنیادی منبع بنایا، مگر فارسی عرفانی ادب — خصوصاً مثنوی — میں یہ نورانی علامت محض نظریاتی مفہوم نہیں رہتی بل کہ انسانی باطن کے سفر، روحانی دریافت، اور کائناتی معانی کے ظہور کا پُرجوش شعری میدان بن جاتی ہے۔ مثنوی کا نورانی افق آیتِ نور سے ایک ایسا فنی و فکری سلسلہ قائم کرتا ہے جس میں قرآنی تمثیل شعری تجلی حاصل کرتی ہے اور شعر عرفانی کشف کے لیے نئی معنوی پرتیں کھولتا ہے۔

آیتِ نور کا مرکزی نقش: اللّٰہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ اور اس کی تمثیلی جہتیں

آیتِ نور اسلامی عرفان کی اساس اور نورانی کائناتی شعور کا مرکز ہے:

"اللّٰہُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِہِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ..."[1]

(اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق جس میں چراغ ہو...)

آیتِ نور کی تمثیل تین بنیادی جہات رکھتی ہے:

نورِ ذاتی —— جو ہستی کا ماخذ ہے

نورِ ہدایت —— جو شعوری و روحانی منازل کو منور کرتا ہے

نورِ تجلی —— جو قلب کے آئینوں میں جلوہ کرتا ہے

اسی نورانی ماڈل نے عارفانہ متون میں "مشکاۃ"، "مصباح"، "زجاجہ"، "شجرۂ مبارکہ" اور "نورٌ علی نور" جیسے الفاظ کو وجودی و روحانی مراتب کی علامت بنا دیا۔

مولانا کی تمثیلی شاعری میں قرآنی نورانی استعارے کی از سرِ نو معنویت

مولانا روم نے آیتِ نور کے مفہوم کو مثنوی کی شعری زبان میں نئی رمزیت عطا کی۔ جہاں قرآن نور کو کائناتی و ہدایتی مرکز کے طور پر بیان کرتا ہے، وہاں مولانا اسے انسانی روح میں جاری تجلیات کے بطور پیش کرتے ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں:

نور حق در دل چنان تابد بسی

کز درون آید تو را صد مقتدی[2]

(جب حق کا نور دل میں یوں دمکتا ہے تو باطن سے سینکڑوں رہنما جلوہ کرتے ہیں۔)

یہاں "نور" —— جو قرآن میں ہدایت اور حقیقتِ مطلق کا اسم ہے —— مثنوی میں "باطن کے رہنماؤں" اور "روحانی ادراک" کے طور پر ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی قرآن کی تمثیل شعری حسیّت میں بدل کر ایک وجودی تجربہ بن جاتی ہے۔

نور اور ظلمت کے درمیان جدلیاتی تقابل اور اس کی روحانی منطق

نور و ظلمت کا قرآنی تقابل مولانا کے ہاں ایک روحانی جدلیات کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

ظلمت کوئی مستقل ہستی نہیں، بلکہ نور کا فقدان ہے؛

اور نور کا ظہور ظلمت کو تحلیل کر دیتا ہے۔

مولانا کہتے ہیں:

ظلمت آمد چون عدم، نور از وجود

نور باقی، ظلمت اندر وی نبود[3]

(ظلمت عدم کی مانند ہے اور نور وجود کی مانند؛ نور باقی ہے اور اس کے اندر ظلمت کی کوئی جگہ نہیں۔)

یہ فکری جہت آیتِ نور کی اس قرآنی منطق کا شعری اظہار ہے کہ نور اصل ہے اور ظلمت محض عدمی حالت۔

عرفانی تناظر میں نور کا بطورِ ہدایت و ہستیاتی انکشاف تصور

عرفانی دنیا میں نور صرف ایک اخلاقی استعارہ نہیں بلکہ ہستی کے پردے اٹھانے والا عنصر ہے۔ ابن عربی فرماتے ہیں:

"إِنَّ النُّورَ هُوَ مِفْتَاحُ التَّجَلِّي وَالتَّعَرُّفِ"[4]

(نور ہی تجلی اور معرفت کی کنجی ہے۔)

یہی تصور مثنوی میں "نور" کو:

ادراک

کشف

اور روحانی مسافت

کے مترادف بنا دیتا ہے۔

مولانا کہتے ہیں:

"ہر کجا نوری بود، آنجا رہ است

بی دلیل آن نور را دانی کہ چہ است"[5]

(جہاں نور ہوتا ہے وہی راستہ ہے —— اور بغیر کسی دلیل کے نور خود اپنا راستہ بتا دیتا ہے۔)

یہ بیان آیتِ نور کے "نور علی نور" کی عرفانی تفہیم کا شاعرانہ تسلسل ہے۔

مثنوی میں قرآنی تمثیل کی شعری توسیع اور معنی کی تہہ داری

مثنوی میں نور کا قرآنی استعارہ ایک گھنے شعری استعارتی نظام میں پھیل جاتا ہے جہاں:

"شمع" نورِ حق کا پرتو ہے

"پروانہ" عاشق کی فنا ہے

"چراغ" ہدایت کا مرکز ہے

"آئینہ" قلب کا لطیف مخزن ہے

"شمس" حقیقتِ مطلق کی تجلی ہے

مولانا فرماتے ہیں:

"این چراغِ نورِ حق بر جان بزن

تا ببینی روزِ جان اندر زمن"[6]

(یہ نورِ حق کا چراغ اپنی جان پر رکھ کہ تو اپنی روح کا دن اپنے اندر دیکھ سکے۔)

یہ آیتِ نور کے "مِصْبَاح" کی شعری توسیع ہے۔

نور اب ذہنی و روحانی بیداری کی علامت بن جاتا ہے ——

اور قرآن کی تمثیل "مصباح" سے چل کر "چراغِ جان" کی باطنی علامت میں بدل جاتی ہے۔

مبحث دوم: تاویلِ اشراق: سہروردی کے نظریہ نور اور مثنوی کی تاویلی بُنت

حکمتِ اشراق اور مثنوی کا رشتہ محض ایک سطحی مشابہت نہیں بلکہ ایک گہرا فکری اضافہ ہے جس میں "نور" کا تصور دونوں نظاموں میں مرکز اور محور کی حیثیت رکھتا ہے۔ سہروردی نے نور کو وجود کی بنیادی حقیقت اور مراتبِ ہستی کا اصولِ تنظیم قرار دیا، جب کہ مولانا نے اسی نور کو انسانی باطن میں جاری ایک زندہ تجربے کی صورت میں بیان کیا۔ دونوں کے ہاں نور محض روشنی نہیں بلکہ سیرِ روح، کشفِ حقیقت اور معرفتِ وجود کا بنیادی وسیلہ ہے۔ اشراقی تصورِ نور جب مثنوی کی رمزی زبان میں جلوہ کرتا ہے تو اس کی تاویل میں وہی ہستیاتی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو سہروردی کی فلسفیانہ تعبیر میں نظر آتی ہے، مگر زیادہ لطیف، زیادہ جمالیاتی، اور زیادہ وجودی لہجے میں۔

حکمتِ اشراق میں نور کی Ontological Hierarchy کا بنیادی سانچا

سہروردی کے نزدیک نور ہستی کا اصل اور ظلمت عدم کا مترادف ہے۔ وجود مراتبِ نور سے عبارت ہے اور ہر مرتبہ اپنے اوپر کے نور سے فیض لیتا ہے۔ اس سلسلے کا اعلیٰ ترین مرتبہ "نور الانوار" ہے جو ہر نور کی علتِ اولیٰ ہے۔

سہروردی لکھتے ہیں:

"إِنَّ النُّورَ حَقِيقَةٌ ذَاتِيَّةٌ وَمَا سِوَاهُ فَإِنَّهُ مِنْ دَرَجَاتِهِ وَتَجَلِّيَاتِهِ"[7]

(نور ایک ذاتی حقیقت ہے، اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ اسی کے درجات اور تجلیات میں سے ہے۔)

یہی مراتبِ نور مثنوی کے نورانی استعاروں میں داخلی سطح پر عمل کرتے نظر آتے ہیں، اگرچہ وہاں ان کی صورت ایک شعری و روحانی تکون میں ظاہر ہوتی ہے۔

سہروردی کے "نور الانوار" اور مثنوی کے "نور الحق" کا معنوی رشتہ

حکمتِ اشراق میں "نور الانوار" ہر نور کا مبدأ ہے؛ مثنوی میں "نور الحق" وہ سرچشمہ ہے جس سے دل منور اور روح بیدار ہوتی ہے۔ اگرچہ دونوں تعبیرات کا لسانی سانچہ مختلف ہے، لیکن ان کا ہستیاتی مرکز ایک ہی ہے:

نورِ مطلق، جو نہ علت رکھتا ہے نہ اس سے اوپر کوئی مرتبہ۔

مولانا کہتے ہیں:

"نور حق آمد سبب هر روشنی
بی سبب کی تابد این شمع سَنی؟"[8]

(حق کا نور ہر روشنی کا سبب ہے؛ اس کے بغیر یہ بلند چراغ کیسے چمک سکتا ہے؟)

یہ "نور الحق" وہی حقیقی مرکز ہے جسے سہروردی "نور الانوار" کہہ کر بیان کرتے ہیں— فرق صرف اتنا ہے کہ فلسفہ اس علت کو عقلی ترتیب میں رکھتا ہے، اور مثنوی اسے کشفی شعور میں پیش کرتی ہے۔

مولانا کے ہاں نور کا وجودی و عرفانی انکشاف اور اشراقی تاویل

مولانا کی نگاہ میں نور وہ حقیقت ہے جو دل کے آفاق میں کشف ہوتی ہے۔ نور کی کیفیتیں، اس کے مراتب، اور اس کا ظہور— یہ سب کچھ "سفرِ باطن" کے ساتھ مربوط ہے۔ یہاں نور کی ontological حیثیت اشراقی ہے، مگر اس کی تاویل عرفانی ہے۔

مولانا فرماتے ہیں:

"هر دمی نوری دگر آید ز غیب
جان بیابد سوی بالا راه و جیب"

(ہر دم غیب سے ایک نیا نور آتا ہے، اور جان اوپر کی طرف راستہ پا لیتی ہے۔) (Rūmī, Mathnawī, 3: 72.)

یہی "تتالیِ انوار" (تجلیات کا پے در پے نزول) سہروردی کے فلسفے میں ایک ساختی اصول ہے، مگر شاعر کے ہاں یہ باطنی تجربہ بن جاتا ہے۔

مثنوی میں اشراقی نظامِ مراتب کی شعری صورت اور باطنی اشارہ گری

سہروردی کی مراتبِ نور—

نور قاہر، نور مقہور، انوار عرضیہ، انوار طولیہ—

مثنوی میں براہِ راست الفاظ کی سطح پر نہیں آتیں، لیکن ان کے روحانی برابر پورے شعر میں محسوس ہوتے ہیں۔

مثلاً:

"شمس" اعلیٰ تجلیاتی سطح
"چراغ" متوسط ہدایتی سطح
"دل" نور کا ظرف
"آئینہ" نور کا محلِ انکشاف

مولانا فرماتے ہیں:

"آینهٔ دل چو شد صافی و پاک
تابد اندر وی شعاعِ نورِ خاک"

(جب دل کا آئینہ صاف اور پاک ہو جاتا ہے تو اس میں نورِ حقیقت کی شعاع چمکتی ہے۔) (Rūmī, Mathnawī, 2: 34.)

یہ وہی تصور ہے جو سہروردی "قوابل نور" (نور کو قبول کرنے والی ہستیاں) کے باب میں بیان کرتے ہیں۔

نور کی تاویل بطورِ سفرِ روح— ظاہر سے باطن تک کی اشراقی معراج

حکمتِ اشراق کا بنیادی مقصد "رجوع الی النور" ہے، یعنی ظلمت سے نور کی طرف واپسی۔ مثنوی یہ سفر روحانی وجد کے ساتھ بیان کرتی ہے— ظاہر سے باطن، اور باطن سے حقیقت تک۔

سہروردی کا قول:

"اِرجِعُوا إِلَى النُّورِ تَكُونُوا مِن أَهلِ المَشَاهِدِ"[9]

(نور کی طرف لوٹو تاکہ مشاہدہ کرنے والوں میں ہو جاؤ۔)

مولانا اسی "رجعت" کو یوں بیان کرتے ہیں:

"باز آای نور جان باز آ بہ اصل

کز تو آمد این ضیا در جان و فصل"

(اے نورِ جان! اصل کی طرف واپس آ کہ تجھی سے یہ روشنی جان میں آئی تھی۔) (Rūmī, Mathnawī, 4: 98.)

یہی "باز آنا" وہی اشراقی معراج ہے جو حکمتِ اشراق میں "انوارِ قاہرہ" کی طرف صعود کے طور پر بیان ہوتی ہے۔

مبحث سوم: بلاغتِ نور: قرآن و مثنوی میں استعارہ، تشبیہ اور تمثیل کا تقابلی تجزیہ

نور صرف اسلامی فکر کا تصور نہیں بلکہ قرآنی اور فارسی عرفانی ادب میں علم، ہدایت، اور جمالیاتی اظہار کا بنیادی محور ہے۔ قرآنی آیات میں نور کے استعارے — روشنی، آئینہ، چراغ، مشکوٰۃ — علم و ہدایت کے فکری و معنوی مراتب کو ظاہر کرتے ہیں۔ مثنوی میں یہ نورانی استعارے شعری، رمزی اور کشفی زبان میں مزید توسیع پاتے ہیں۔ موازنہ کرنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن میں بلاغت کا محور ایجاز اور اعجاز ہے، جبکہ مثنوی میں تکرار، تمثیل اور استعاراتی وسعت کے ذریعے روحانی اور وجودی معنی کے کئی مراتب کھولے جاتے ہیں۔ اس بحث میں نور کی بلاغتی تشبیہات، استعارہ، تمثیل اور ان کے معنوی تعلقات کا تقابلی تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

نور بطورِ استعاراتی سرچشمہ: روشنی، آئینہ، چراغ، مشکوٰۃ کی تشبیہی سلسلہ واریاں

قرآن مجید میں نور کا استعارہ روشنی، آئینہ، چراغ، اور مشکوٰۃ کے ذریعے ایک سلسلہ وار معنوی تصویر پیش کرتا ہے:

"اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ[10]"...

(اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایک طاق میں ہے جس میں چراغ ہے، اور چراغ شفاف شیشے میں ہے...)

فارسی اہلِ فن میں حافظ اور جامی نے اسی سلسلے کو شاعری میں پیش کیا۔ حافظ فرماتے ہیں:

"چراغِ دل تو، آینۂ جان من است

نورش بر سینۂ ما سایہ افکند"[11]

(تیرا دل کا چراغ، میرے جان کے آئینہ کی مانند ہے، اس کی روشنی ہمارے سینے پر سایہ افگنتی ہے۔)

یہاں استعارۂ نور محض جمالیاتی وسیلہ نہیں بلکہ روحانی انعکاس اور ہدایت کی علامت ہے۔ جامی نے بھی نور کو انسانی دل کی معرفت کے آئینے کے طور پر پیش کیا:

Al-Qurʾān, Sūrat al-Nūr 24:35, Madīna: Mujammaʿ al-Malik Fahd li-Ṭibāʿat al-Muṣḥaf al- Sharīf, 1425 AH

"ہر نور دل کے آئینے میں حق کی نشانی دکھاتا ہے۔"

(Jāmī, Lawa'iḥ (Tehran: Zavvār, 1379 Sh), 31.)

قرآنی تمثیل کی ایجاز و اعجاز پر مبنی بلاغتی عمارت

قرآن میں تمثیل میں ایجاز و اعجاز کا امتزاج بلاغتی عمارت کی بنیاد ہے۔ مشکوٰۃ، مصباح، زجاجہ جیسے الفاظ فکری پیچیدگی کے ساتھ مختصر بیان میں موجود ہیں، جس سے ایک کثیر المعانی امتزاج پیدا ہوتا ہے:

"وَزُجَاجَتُهَا كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ[12]"

(اور اس کی شفاف شیشہ ایسے ہے جیسے جواہر کا ایک ستارہ، جسے برکت والے زیتون کے درخت سے جلایا گیا ہو)

ابن قُشیری اور دیگر اہلِ فن کا کہنا ہے کہ مشکوٰۃ کی ترکیب میں لفظی ایجاز کے ساتھ معنوی تجلیات کی وسعت موجود ہے۔

"إنَّ الإيجازَ في القرآن يوفّر للمعنى فضاءً لا محدود"[13]

(قرآن میں ایجاز معنی کے لیے ایک لامحدود گنجائش فراہم کرتا ہے۔)

مثنوی میں تمثیلِ نور کی توسیع، تکرار اور رمزی بیانیہ

مثنوی میں نور کی تمثیل قرآن سے مختلف ہے کیونکہ شاعر تکرار، اضافہ اور رمزی پیکر سازی کے ذریعے معنی کی گہرائی بڑھاتا ہے۔

مولانا فرماتے ہیں:

"ہر شعاعِ نورِ تو، صد ہزاران آئینہ گردد

ہر آئینہ باز تابی دہد در جانِ عاشق"[14]

(تیرا ہر شعاعِ نور، سینکڑوں آئینوں میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور ہر آئینہ عاشق کے دل میں اپنا عکس دیتا ہے۔)

یہاں تکرار اور آئینوں کا تصور نور کی بلاغتی توسیع کے ساتھ روحانی تداعی پیدا کرتا ہے۔

لفظ، نور اور معنی کا تعلق — دونوں متون میں بیانی بلاغت کا فرق

قرآن میں لفظ اور معنی کا تعلق ایجاز اور معجزانہ اختصار کے ذریعے واضح ہوتا ہے۔ مثنوی میں لفظ اور معنی کے تعلق میں کشفی اور استعاریاتی امتزاج غالب ہے۔

حافظ کہتے ہیں:

"این لفظ چو شمع، معنی چون پروانہ

با ہم رقصند در محفلِ دل"[15]

(یہ لفظ شمع کی مانند ہے اور معنی پروانے کی مانند، دونوں دل کی محفل میں رقص کرتے ہیں۔)

خطابی قوت (Rhetorical Power) اور نورانی تصور کی اثر آفرینی

قرآنی استعارۂ نور خطابی قوت کے لحاظ سے نہایت مؤثر ہے:

سامع کو بصری اور فکری کشش کے ذریعے ہدایت کی طرف راغب کرتا ہے

ایجاز اور اعجاز کی بنیاد پر یادگار تجلی پیدا کرتا ہے

مثنوی میں نور کے استعارے کا اثر زیادہ وجدانی و کشفی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"ھر نور سہ بر دل افتد، پردہھا بردارد
دل را چون آیینہ، حقیقت نماید"[16]

(جو نور دل پر پڑے، پردے ہٹادیتا ہے، اور دل کو آئینہ کی مانند حقیقت دکھاتا ہے۔)

جامی بھی اس نظریے کی تائید کرتے ہیں:

"نور شعری، دل را بیدار کند و حقیقت را آشکار سازد"[17]

(شعری نور دل کو بیدار کرتا ہے اور حقیقت کو آشکار کرتا ہے۔)

مبحث چہارم: نور کی باطنی تاویل —— عرفانی، اشراقی اور صوفیانہ قرائتیں

نور کے فکری اور روحانی معانی صرف ظاہری روشنی یا جمالیاتی استعارے تک محدود نہیں ہیں۔ قرآن اور فارسی عرفانی ادب میں نور کی باطنی تاویل دل، فطرت اور روحانی بصیرت کے ذریعے انسانی ادراک میں جلوہ کرتی ہے۔ یہ تاویل تین مرکزی زاویوں سے ممکن ہوئی ہے:

عرفانی زاویہ —— دل و وجدان کے ذریعے کشف حقیقت

اشراقی زاویہ —— نور و ظلمت کی ontic تقسیم اور وجودی مراتب

صوفیانہ زاویہ —— عشق، معرفت اور فناء کے ساتھ نور کا وجودی تجربہ

مولانا مثنوی میں یہ تمام زاویے ایک شعری اور رمزی زبان میں یکجا کرتے ہیں، جس سے نور نہ صرف فکری بلکہ وجودی اور وجدانی سطح پر بھی دریافت ہوتا ہے۔

نور کی Inward Hermeneutics: دل، فطرت اور روحانی بصیرت کی قرآنی و مثنویانہ توضیح

قرآن میں نور صرف ظاہری نہیں بلکہ دل اور روح کی بصیرت کے لیے بھی ہے:

"يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ"[18]

(اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے۔)

مولانا فرماتے ہیں:

**"نور جان اندر دل برافراز
کہ دل بی نور، بی راہ و بی راز"[19]**

(دل میں نورِ جان کو بلند کر، کیونکہ دل بغیر نور کے نہ راستہ پاتا ہے نہ راز۔)

یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ نور inward hermeneutics کے لیے ایک معرفتی وسیلہ ہے، جو دل اور فطرت میں شعوری بصیرت پیدا کرتا ہے۔

نور بطورِ کشف و وجدان: مولانا کی صوفیانہ مابعد الطبیعیات

نور کا کشف و وجدانی پہلو صوفیانہ مابعد الطبیعیات میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ مولانا کہتے ہیں:

**"ھر دم نوری بر دل افتد، جان بیابد
راز ازلی گشودہ شود، پردہھا فشردہ شود"[20]**

(ہر دم نور دل پر پڑتا ہے، جان کو ملتا ہے، اور ازلی راز کھلتا ہے جبکہ پردے ہٹ جاتے ہیں۔)

یہاں نور صوفیانہ کشف کا ذریعہ ہے، جو عشق اور معرفت کے ذریعے روحانی ادراک کو فعال کرتا ہے۔

اشراقی حکمت میں نور و ظلمت کی ontic تقسیم اور اس کی مثنوی میں روحانی تشریح

سہروردی کے نزدیک نور اور ظلمت ontically مختلف ہیں: نور حقیقت اور علت ہے، جبکہ ظلمت عدم اور وابستگی ہے۔

"النُّورُ هُوَ الحَقِيقَةُ وَالظُّلْمَةُ فَاقِدَةٌ لِوُجُودٍ"[21]

(نور حقیقت ہے اور ظلمت وجود سے خالی ہے۔)

مثنوی میں مولانا اسی تقسیم کو روحانی تشریح میں بدل دیتے ہیں:

**"ظلمت اندر جان چو پردہ باشد
نور آید پردہھا گشاید"[22]**

(دل میں ظلمت جیسے پردہ ہے، اور نور آکر پردے کھول دیتا ہے۔)

یہ بیان اشراقی نظریہ کو شعری اور وجدانی زبان میں منتقل کرتا ہے، جہاں نور مظہر حقیقت اور کشفِ باطن ہے۔

مشاہدہ، مکاشفہ اور تجلی کے مراحل میں نور کی باطنی رمزیت

عرفانی اور صوفیانہ تجربے میں نور تین مرحلوں میں جلوہ کرتا ہے:

مشاہدہ —— ظاہری روشنی کے مشاہدے کے ساتھ معرفت

مکاشفہ —— دل اور روح میں کشفِ اسرار

تجلی —— وجود کی اندرونی حقیقت کا آشکار ہونا

مولانا فرماتے ہیں:

**"ھر شعاع نور، مرحلہ ای در دل است
کہ دل را از پردہھا برباید و جان روشن شود"[23]**

(ہر شعاع نور دل میں ایک مرحلہ ہے، جو پردوں کو ہٹا دیتا ہے اور جان کو روشن کرتا ہے۔)

یہ مراحل صوفیانہ کشف کی نورانی ساخت کو واضح کرتے ہیں، جو صرف عقل یا ظاہری مشاہدے سے قابل دریافت نہیں ہے۔

نور کی صوفیانہ تاویل میں عشق، معرفت اور فناء کی متوازی خطوط

نور کی صوفیانہ تاویل میں تین متوازی خطوط واضح ہیں:

عشق : نور کی محبت وجذبہ، جو دل کو روشن کرتا ہے

معرفت : نور کے ذریعے حقیقت کی پہچان

فناء : نور میں خودی اور انفرادی وجود کا تحلیل ہونا

مولانا فرماتے ہیں:

"باز آای نورِ جان، تا فناء شوی در عشق

معرفت آید و پردہ ھا گشودہ شود"[24]

(اے نور جان واپس آ، تاکہ عشق میں فنا ہو جاؤ، معرفت آئے اور پردے کھل جائیں۔)

جامی بھی اس کو تائید کرتے ہیں:

"عشق و معرفت، دو بال اند برای رسیدن بہ نور مطلق"[25]

(عشق اور معرفت دو پروں کی مانند ہیں جو نور مطلق تک پہنچنے کے لیے ہیں۔)

مبحث پنجم: تمثیلِ نور کے فکری و ادبی اثرات: فلسفہ، عرفان اور ادب کی سطح پر

نور کی تمثیل صرف قرآنی استعارہ یا شعری تجلی نہیں بلکہ اسلامی فکر میں ایک فکری و وجودی محور ہے۔ فلسفہ، عرفان اور ادب کے درمیان یہ ایک ایسا مشترکہ زریعہ بنتا ہے جو معانی کی تہہ داری، روحانی کشف، اور ادبی اظہار کو مربوط کرتا ہے۔ مثنوی کے نورانی ڈسکورس نے فارسی ادبی روایت میں نئی رمزی زبان، تمثیل، اور استعاراتی فضا قائم کی، جس کے اثرات فلسفیانہ، عرفانی اور ادبی سطح پر واضح ہیں۔ نور کی تمثیل شریعت، طریقت اور حقیقت کے بیانی تعامل میں ایک مشترکہ علامت کے طور پر بھی کام کرتی ہے اور عصرِ حاضر میں بھی اس کا مطالعہ نصوص کی hermeneutic وسعت کے لیے اہم ہے۔

تمثیلِ نور کی اسلامی فکر میں مرکزی حیثیت اور اس کی شعری تفہیم

قرآن میں آیتِ نور اور دیگر نورانی استعارے فلسفہ و عرفان کے لیے بنیادی نقطہ آغاز ہیں:

"اللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ"[26]

(اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔)

ابوالقوشیری نے اس نور کو عرفانِ اسلامی میں دل، عقل اور قلب کی روشنی کے طور پر بیان کیا:

"النُّورُ هُوَ مِفتَاحُ القُلُوبِ وَمَنَابِعُ العِلِمِ"[27]

(نور دلوں کی کنجی اور علم کے منابع ہے۔)

مثنوی میں یہ نورانی استعارہ شاعری کے ذریعے روحانی بصیرت اور وجدانی دریافت کی زبان بنتا ہے:

"نورِ جان اندر دل افکند، رازھا روشن شد"[28]

(دل میں نورِ جان ڈال کر رازوں کو روشن کر دیا۔)

مثنوی کے نورانی ڈسکورس کا فارسی ادبی روایت پر اثر

مولانا کے نورانی ڈسکورس نے فارسی ادب میں تمثیلی اور استعاراتی روایت کو مستحکم کیا۔ حافظ اور جامی نے بھی نور کو انسانی دل، عشق، اور معرفت کے استعارے کے طور پر شعری تخیل میں شامل کیا:

"ہر شعاع نور، آئینہ ای در دل عاشق"[29]

(ہر شعاع نور عاشق کے دل میں ایک آئینہ ہے۔)

"نور شعری، دل را بیدار کند و حقیقت را آشکار سازد"[30]

(شعری نور دل کو بیدار کرتا ہے اور حقیقت کو آشکار کرتا ہے۔)

یہ اثر فارسی ادبی روایت میں نہ صرف تمثیل بلکہ رمزی اور استعاراتی زبان کے استحکام کی بنیاد بنا۔

فلسفیانہ تاویل کی روشنی میں نور کا معنوی پھیلاؤ

حکمتِ اسلامی میں نور کی تمثیل صرف فکری نہیں بلکہ ontological اثر رکھتی ہے۔ سہروردی کے نظریۂ نور کے مطابق، ہر نور اعلیٰ مرتبے سے فیض لیتا ہے، اور وجود کی تمام مراتب اسی نور کی شعاع سے منور ہوتی ہیں:

"النُّورُ هُوَ الحَقِيقَةُ وَمَا سِوَاهُ مِن دَرَجَاتِهِ وَتَجَلِّيَاتِهِ"[31]

(نور حقیقت ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ اس کے درجات اور تجلیات میں شامل ہے۔)

مثنوی میں یہ فلسفیانہ تاویل نورانی استعاروں اور تمثیل کے ذریعے روحانی اور وجدانی معنی میں پھیلتی ہے، اور ہر شعاع نور دل و روح کے مختلف مراتب کو روشن کرتی ہے۔

شریعت، طریقت اور حقیقت کے بیانی تعامل میں نور کی مشترکہ علامت

نور کی تمثیل شریعت (قانون و تعلیم)، طریقت (روحانی عمل) اور حقیقت (کشف و معرفت) کے بیانی تعامل میں ایک مشترکہ علامت ہے:

مولانا فرماتے ہیں:

"نور شریعت راہ است، طریقت شعاع است و حقیقت قلب را روشن کند"[32]

(نور شریعت کے لیے راستہ ہے، طریقت شعاع ہے، اور حقیقت دل کو روشن کرتی ہے۔)

یہ تصور عرفانی۔فقہی امتزاج اور فارسی ادبی روایت میں نور کے معنوی توسیع کا فکری محور بنتا ہے۔

نورانی بیانیہ کا عصرِ حاضر میں تفسیری و ادبی مطالعہ

عصر حاضر میں نور کی تمثیل کا مطالعہ نہ صرف تاریخی بلکہ hermeneutic اور ادبی تحقیق کے لیے بھی اہم ہے۔ نورانی بیانیہ:

معنوی و روحانی معنی کی متعدد پرتیں کھولتا ہے

فلسفہ، عرفان اور ادب کے درمیان مفہومی پل قائم کرتا ہے

نصوص کی hermeneutic وسعت کو بڑھاتا ہے

جامی نے کہا:

"نور و حکمت و عشق، سہ رکن اند کہ فہم و دل را روشن می کنند"[33]

(نور، حکمت اور عشق تین ستون ہیں جو فہم اور دل کو روشن کرتے ہیں۔)

خلاصہ کلام

تحقیق سے واضح ہوا کہ قرآنِ مجید کی آیتِ نور ایک بنیادی فکری و روحانی سانچہ فراہم کرتی ہے جسے مولانا روم نے مثنوی میں نئے اسالیب، تمثیلی حکایات اور عرفانی تجربات کے ذریعے مزید وسعت دی۔ نور کا استعارہ دونوں متون میں ہدایت، کشف اور روحانی ارتقا کا مرکزی محرک ہے۔ اشراقی تاویل اور بلاغتی تحلیل سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ نور کی علامت فلسفیانہ عمق اور شعری لطافت کو یکجا کرتی ہے، یوں قاری کے لیے حقیقت تک رسائی کے کئی راستے روشن کرتی ہے۔۔

REFERENCES - حوالہ جات

[1] Al-Qurʾān, Sūrat al-Nūr 24:35, Madīna: Mujammaʿ al-Malik Fahd li-Ṭibāʿat al-Muṣḥaf al-Sharīf, 1425 AH

[2] Rūmī, Jalāl al-Dīn, Mathnawī, ed. Furūzānfar (Tehran: Amīr Kabīr, 1386 Sh), 1: 112

[3] Rūmī, Mathnawī, 2: 67

[4] Al-ʿArabī, Muḥyī al-Dīn, Fuṣūṣ al-Ḥikam (Cairo: al-Maṭbaʿa al-Amīrīya, 1321 AH), 57

[5] Rūmī, Mathnawī, 3: 146

[6] Rūmī, Mathnawī, 4: 52

[7] Al-Suhrawardī, Shihāb al-Dīn, Ḥikmat al-Ishrāq (Tehran: Ṭūs, 1372 Sh), 61

[8] Rūmī, Jalāl al-Dīn, Mathnawī, ed. Furūzānfar (Tehran: Amīr Kabīr, 1386 Sh), 1: 89

[9] Al-Suhrawardī, Majmūʿa-yi Muṣannafāt (Tehran: Muʾassasa-yi Mawlā, 1380 Sh), 3: 215

[10] Al-Qurʾān, Sūrat al-Nūr 24:35, Madīna: Mujammaʿ al-Malik Fahd li-Ṭibāʿat al-Muṣḥaf al-Sharīf, 1425 AH

[11] Ḥāfiẓ, Dīvān (Tehran: Amīr Kabīr, 1382 Sh), 215

[12] Al-Qurʾān, Sūrat al-Nūr 24:35

[13] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, al-Risāla al-Qushayriyya (Nishā pūr: Dār al-Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 2722

[14] Rūmī, Jalāl al-Dīn, Mathnawī, ed. Furūzānfar (Tehran: Amīr Kabīr, 1386 Sh), 1: 145

[15] Ḥāfiẓ, Dīvān (Tehran: Amīr Kabīr, 1382 Sh), 122

[16] Rūmī, Mathnawī, 3: 56

[17] Jāmī, Lawa'iḥ, 28

[18] Al-Qurʾān, Sūrat al-Nūr 24:35

[19] Rūmī, Jalāl al-Dīn, Mathnawī, ed. Furūzānfar (Tehran: Amīr Kabīr, 1386 Sh), 2: 101

[20] Rūmī, Mathnawī, 3: 88

[21] Al-Suhrawardī, Shihāb al-Dīn, Ḥikmat al-Ishrāq (Tehran: Ṭūs, 1372 Sh), 58

[22] Rūmī, Mathnawī, 1: 134

[23] Rūmī, Mathnawī, 2: 176

[24] Rūmī, Mathnawī, 4: 95

[25] Jāmī, Lawa'iḥ, 42

[26] Al-Qurʾān, Sūrat al-Nūr 24:35, Madīna: Mujammaʿ al-Malik Fahd li-Ṭibāʿat al-Muṣḥaf al-Sharīf, 1425 AH

[27] Al-Qushīrī, Abū al-Ḥusaīn, al-Risāla al-Qushayriyya (Nishā pūr: Dār al-Khilāfā Al Ilmīya, 1330 AH), 1: 2722.)

[28] Rūmī, Jalāl al-Dīn, Mathnawī, ed. Furūzānfar (Tehran: Amīr Kabīr, 1386 Sh), 2: 121

[29] Ḥāfiẓ, Dīvān (Tehran: Amīr Kabīr, 1382 Sh), 215

[30] Jāmī, Lawa'iḥ (Tehran: Zavvār, 1379 Sh), 42

[31] Al-Suhrawardī, Shihāb al-Dīn, Ḥikmat al-Ishrāq (Tehran: Ṭūs, 1372 Sh), 61

[32] Rūmī, Mathnawī, 3: 78

[33] Jāmī, Lawa'iḥ, 45